افکار و آراء

مشینی ذبح کا طریقہ

مشینوں کے ذریعے دراصل ذبیحہ کی ضرورت اس لئے پیدا ہوئی کہ صنعتی ترقی کے اس برق پا دَور میں زیادہ سے زیادہ جانوروں کو ذبح کرنے کا سوائے اس کے اور کوئی مناسب طریقِ عمل نہیں کہ انہیں مشینوں کی مدد سے ذبح کیا جائے اور جانوروں کو کم از کم اذیت پہنچے۔ جانوروں کو مشینوں کے ذریعے ذبح کرنے کے تین طریقے اس وقت تمام دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں میں رائج ہیں:۔

۱۔ ضرب یا گولی سے دماغ ماؤف کرنا۔

۲۔ بجلی کے جھٹکے سے جانوروں کو بے ہوش کر دینا۔

۳۔ گیس کے ذریعے جانوروں کو بے سُدھ بنا دینا۔

جانوروں کو ذبح کرنے کے لئے جب مذبح خانے میں لایا جاتا ہے تو اس وقت اتنی احتیاط برتی جاتی ہے کہ نہ تو انہیں ہراساں کیا جائے، نہ ان کے معدوں میں ضرورت سے زیادہ غذا ٹھونس دی جائے اور نہ وہ بھوکے ہوں۔ جانوروں کو ایک متحرک پٹے سے الگ الگ پنجروں میں چڑھا دیا جاتا ہے۔ جس پر وہ صامت و ساکت کھڑے رہتے ہیں۔ ان کے سروں پر آہستہ آہستہ ایک چھوٹا سا ہتھوڑا حرکت کرتا ہے۔ جس جانور کی پیشانی سے یہ ہتھوڑا ٹکراتا ہے وہ تیورا کر نیچے گر پڑتا ہے۔ اس کے گرتے ہی پنجرے کا فرش نیچے کی جانب نکل جاتا ہے اور جانور لڑھکتا ہوا نیچے فرش پر جا گرتا ہے۔ جہاں اس کے پچھلے پاؤں رسی سے باندھ کر اسے چھت سے لگی ہوئی ریل کے ساتھ لٹکا دیا جاتا ہے۔ قصائی تیز دھار چھری سے اس کی جلد میں شاہ رگ کے قریب سے شگاف لگاتے ہیں اور ایک جگہ سے شاہ رگ کو کاٹ دیتے ہیں۔ پھر شگاف میں دوسری طرف چھری کو چھاتی کے گڑھے تک اُتار کر شریانِ اعظم اور اجوفِ اعلیٰ کو کاٹ

دیتے ہیں۔ خون کا فوارہ چھٹ جاتا ہے اور چھ منٹ کے اندر اندر تمام خون ٹپک جاتا ہے۔ جریان خون کے ساتھ ساتھ جانور کے سر سے کھال الگ کر دی جاتی ہے اور جریانِ خون کے ختم ہوتے ہی اس کی گردن کاٹ کر الگ کر دی جاتی ہے اور ساتھ ہی اس کے اگلے دو پاؤں کھروں سے کاٹ دیئے جاتے ہیں۔

طاقت ور جانوروں مثلاً بیل، بھینسے اور بچھڑے ذبح کرتے وقت انہیں مدہوش کرنے کے بعد سر کے قریب حلقوم کو کاٹ دیا جاتا ہے اور ساتھ ہی اس کے سر کو زور سے عقبی جانب جھٹکا دے کر منکا توڑ دیا جاتا ہے تاکہ اس کا سارا خون بہہ جائے۔

جانوروں کو مدہوش کرنے کے طریقے اس اعتبار سے بے حد سودمند ہیں کہ ان سے جریان خون میں بڑی مدد ملتی ہے کیوں کہ سر پر ضرب لگتے ہی فشار خون بڑھ جاتا ہے اور حرکتِ قلب تیز ہو جاتی ہے اور اس سے خون کے بہاؤ میں بے حد اضافہ ہو جاتا ہے۔

بعض طاقت ور جانوروں کو ذبح کرنے کے لئے ان کے دماغ میں تیز سلاخ بجلی کی تیزی کے ساتھ داخل کی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہی ایک چھری اس کے سینے اور حلق کے درمیان شریانِ اعظم میں گھونپ دی جاتی ہے۔ یہ چھری شکل وصورت میں ٹیکہ لگانے والی سوئی کی مانند ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ پمپ لگا ہوتا ہے جس کے ذریعے سارے کا سارا خون باہر کھینچ لیا جاتا ہے۔

بجلی کے جھٹکے سے جانوروں کو مدہوش کرنے کا رواج بھی ہے۔ بکروں، دنبوں، بکریوں اور مینڈوں کو اکثر بجلی کے جھٹکے سے پہلے مدہوش کیا جاتا ہے۔ بکروں کے سروں پر ہیڈ فون کی قسم کا ایک آلہ لگا دیا جاتا ہے جس کی دونوں جانب بجلی کی رو گزارنے کا انتظام ہوتا ہے۔ آلے کو لگاتے وقت اس کے نیچے اسفنج کو برائین میں بھگو کر رکھ دیا جاتا ہے تاکہ بالوں میں بجلی کی رَو کو روکنے کی جو مدافعتی قوت ہے، اسے ختم کر دیا جائے۔ صرف دو سیکنڈ تک بہت معمولی قوت کی برقی رَو گزاری جاتی ہے جس سے جانور بے ہوش ہو جاتا ہے۔ ماتھے پر اسی قسم کے آلے کو لگا کر بھی برقی رو سے اس کے مغز کو ماؤف کر دیا جاتا ہے۔ اس سے گوشت کی لذت، رنگت اور اس کی غذائیت میں کسی قسم کا فرق نہیں آتا۔ کسی جگہ خون منجمد نہیں ہوتا۔

گیس کے ذریعے جانوروں کو بے سُدھ کرنے کے لئے ان کے چہروں پر گیس کے نقاب چڑھا دیئے جاتے ہیں اور گیس چھوڑ دی جاتی ہے۔ گیس سے مدہوش ہو جانے کے بعد خون نکالنے کے لئے وہ

طریقہ استعمال کیا جاتا ہے جو دوسرے طریقوں سے ذبح کرتے وقت اختیار کیا جاتا ہے۔

کوشر کا طریقہ یعنی یہودیوں کے ذبح کا طریقہ مختلف ہے۔ یہودیوں کو جس قدر جانور ذبح کرنے ہوں، وہ مارکیٹ سے خریدتے ہیں یا اپنے پالتو جانوروں کو مذبحخانہ میں لے جاتے ہیں۔ ان کے ملازم ان جانوروں کو پیروں سے باندھ کر زمین پر ڈال دیتے ہیں۔ ان کی گردن کو موڑ دیا جاتا ہے تاکہ گردن کے نیچے کا حصہ نمایاں طور پر سامنے آجائے، ایک یہودی عالم اپنے ہاتھ سے چھری چلاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ زیرِ لب کچھ پڑھتا بھی جاتا ہے۔

یہ تو تھے وہ طریقے جو آج کل ترقی یافتہ ممالک میں جانوروں کو ذبح کرنے کے لئے زیرِ عمل ہیں۔ کسی بھی ملک میں ایسا کوئی طریقہ رائج نہیں جس سے بیک وقت سینکڑوں جانوروں کی گردنیں کاٹ کر الگ کردی جاتی ہوں کیوں کہ اس قسم کے عمل سے گردنیں کٹنے کے ساتھ ہی حرکتِ قلب بھی بند ہو جائے گی اور خون جہاں کہیں ہوگا اسی جگہ منجمد ہو جائے گا اور جس گوشت میں خون ہو اس کا ذائقہ بھی وہ نہیں رہتا جو خون سے پاک گوشت کا ہوتا ہے۔

امریکہ اور برطانیہ میں تو اتنی احتیاط برتی جاتی ہے کہ جب تک ڈاکٹر گوشت کو خون سے یکسر صاف و پاک قرار نہ دیں اور ذبیحہ کے بارے میں یہ تصدیق نہ کریں کہ وہ ہر لحاظ سے صحت مند انسانی غذا کے لئے استعمال ہونے کے قابل ہے اس وقت تک ذبیحہ کا گوشت فروخت نہیں ہو سکتا۔

صالح محمد صدیق   مسلم ٹاؤن لاہور

رسالہ "ذبیحہ کے احکام" پر تنقید

مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

مرسلہ رسالہ "ذبیحہ کے احکام" اور اظہار رائے کی فرمائش ملی۔ میں ایک عرصہ سے دردِ کمر و گردہ میں مبتلا ہوں۔ اس لئے تفصیل سے نہیں اختصار سے کچھ عرض ہے۔ اور حکم شرع عرض ہے۔ نہ کہ رائے۔ کیوں کہ ہم تو مسلمان ہیں۔ خدا اور رسول کے غلام ہیں۔ ان پر ایمان اور ان کے ہر حکم پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ نہ کسی مسئلہ میں رائے رکھتے ہیں نہ رکھ سکتے ہیں۔ نہ انسانی رائیں خدائی حکم کا درجہ پا سکتی ہیں۔ نہ دین کہلا سکتی ہیں۔ نہ خدائی حکم کے مقابل لائی جا سکتی ہیں۔ مگر اس سے پہلے آپ کی خیرخواہی میں

ایک مشورہ بھی گذارش ہے:

من آں چہ شرط بلاغ است باتو میگویم — تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

ہمارے ملک میں حرام خوری، حرام نوشی، حرام پوشی، حرام کوشی، اور حرام کاریاں تو بہت پہلے سے رائج تھیں۔ اور بہت لوگ ان میں مبتلا تھے۔ مگر اب تک پورا ملک اس سے بچا ہوا تھا کہ وہ مُردار خوار ہو جائے۔ افسوس صد افسوس ڈاکٹر فضل الرحمٰن اور آپ لوگوں نے یہ سلسلہ شروع کر کے اس کمی کو بھی پورا کرنے کی ٹھان لی ہے۔ ....

ہم سب لوگ اور پاکستان کی اکثریت حنفی ہے۔ اور ہمارا مشاہدہ ہے کہ کامل تحقیقات کے بعد یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہر مسئلہ میں حنفی مسائل بہت مضبوط، بڑے قوی و راجح دلائل پر مبنی اور قرآن و حدیث کے بہت مطابق ہیں۔ اس لئے وہ دوسرے مذہبوں سے بھی راجح ہیں۔ معلوم نہیں آپ کیوں مذہب سے ورغلانے کی کوشش کر کے گمراہ کرنا چاہ رہے ہیں۔ اور آج کل کی سطحی سطحی غلط فہمیوں پر مبنی یورپی و غیر مذہبی ذہنیت پر اسلامی ملمع سازی کا کرشمہ تو کوئی وقعت نہیں رکھتا کہ اس کو تحقیق کا نام بھی دیا جا سکے۔ اور ظاہر ہے کہ حنفی مذہب میں قصداً بلا تسمیہ ذبح حرام، غیر خدا کے نام سے حرام۔ غیر مسلم و غیر کتابی کا آج کل کے لامذہبوں اور دھریوں کا ذبح بھی حرام اور غیر انسانی (یعنی مشین وغیرہ کا) مقتولہ تو کل عالم میں حرام ہے۔ ....

اس کے بعد مفتی صاحب لکھتے ہیں:۔ یہ مسلم و غیر مسلم اور تسمیہ و بلا تسمیہ کی بحث قبل از وقت ہے۔ یہ تو بعد کی بات ہے سب سے پہلے تو دیکھنا یہ ہے کہ جب ذکیتم میں ذکات و ذبح کا فاعل انسان ہے تو ذبیحہ کا انسانی ذبیحہ ہونا ضروری ہے اگر انسانی ذبیحہ نہیں تو اس کے حلال ہونے کا سوال ہی نہیں۔ اذکات کا فاعل انسان ہونے کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ ذکات و ذبح کا صدور انسان کی قوت سے ہی ہو کسی اور قوت سے یہ صادر نہ ہو۔

مفتی صاحب موصوف نے کافی تفصیل سے اس پر بحث کی ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے:۔

جن لوگوں نے خون کی ندیاں بہا کر، آبرو کی دھجیاں اُڑوا کر، مال و دولت تج کر پاکستان بنایا اور اسلام رائج کرنے کے لئے بنایا تھا افسوس ہے کہ ذرا سا اقتدار پا جانے والے انہی پر عرصۂ حیات تنگ کرنے لگے۔ ہر بددینی کو فروغ اور نیکی و صلاحیت کو نیست نابود کرنے کا بازار گرم اور اب

غریبوں کے پیٹ بھرنے اور کھانے تک پر قدغن لگ رہا ہے۔ ہمارے ملک میں کھانے کی کوئی چیز خالص نہیں ملتی۔ صرف لے دے کر ایک گوشت طاقت ور خاص مسلمانی غذا سید الطعام خالص مل رہا تھا۔ اس کو یوں حرام کرانے کی اور ہر خالص غذا سے محروم کرنے کی کوشش یا مشورہ نہ ملکی خدمت ہے نہ قومی۔ بلکہ دنیا و آخرت کے وبال والی خطرناک حرکت ہے۔ یہ صحیح کہ ہر صحیح مسلمان کو اس کے رواج پہ گوشت کھانا چھوڑ دینا پڑے گا۔ اور ہندوانہ ذہنیت گوشت خوری بند کرانے کا منصوبہ بروئے کار آجائے گا۔ لیکن مسلمان پکا مسلمان ہر مصیبت جھیلنے کے لئے تیار ہے۔ کیا آخر سچے مسلمان انگلینڈ جا کر پھلوں پر گذر نہیں کر لیتے۔ پاکستان ایک دن اسی طرح کا ایک ناپاک ملک قرار پا سکے گا۔

ایک بات آپ نے بڑی عجیب کہی ہے کہ اکثریت کی رائے پر فیصلہ ہو گا جس چیز کا فیصلہ خدا تعالیٰ نے فرما رکھا ہے اب اور کون کون سے خدا تجویز کئے گئے ہیں کہ وہ اس خدائی حکم کے متعلق اکثریت کا ووٹنگ کریں گے ....

اکثریت تو دنیا میں اہلِ باطل کی، بُروں کی، جاہلوں کی، احمقوں کی، کم عقلوں کی ہوتی ہے۔ تو اکثریت کے فیصلہ کے معیار باطل بُرے جاہل احمق لوگ قرار پاتے اور پھر اکثریت کو ہم نوا بنانا پروپیگنڈہ جھوٹ، دغا فریب دھوکہ بازی سے ہوتا ہے جیسے کہ ہر ووٹنگ میں اس کا مشاہدہ ہے۔ تو اسلام کے ہر حکم کو ان چیزوں سے دبانے کی اسکیم بنائی جا رہی ہے۔ یہ وہ کارنامہ ہوگا جو کسی غیر مسلم سے انجام نہیں پا سکتا تھا۔ ان کی ساری اسلام دشمنیاں اس کے آگے پانی بھرنے لگیں گی۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم — کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

اگر مدار اکثریت پر رکھنا ہے تو چودہ سو سالہ مسلمانوں کی اکثریت کیوں شمار میں نہیں آتی۔ حنفی مذہب والوں کی اکثریت کیوں شمار میں نہیں آتی۔ آخر اس ذہنیت والوں کی اکثریت پر دین کے معاملہ کا مدار رکھنا کیسے درست ہو سکتا ہے جنہوں نے اپنی ذہنیت کو کافروں سے مرعوب بنا رکھا ہے۔ طبیعت ناساز ہے اس لئے صاف کئے بغیر ہی ارسال ہے۔ جمیل احمد تھانوی، مفتی جامعہ اشرفیہ،

مسلم ٹاؤن لاہور۔ ۲۴ رمضان ۸۷ھ

[جناب مفتی صاحب کا مکتوب کافی بڑا تھا، اُس کے اقتباسات دیئے گئے ہیں۔ (مدیر)]

ایک مکتوب

محترم! دسمبر کے "فکر و نظر" کا اداریہ پیشِ نظر ہے۔ ابتدائی سطروں میں آپ نے تحریر فرمایا ہے "مولانا آزاد کے نام سے چھپ چکا ہے" علامہ فرید وجدی کی کتاب المرأۃ المسلمہ کا ترجمہ "مسلمان عورت" (مترجم مولانا ابو الکلام آزادؒ) کا میں نے دس بارہ سال ہوئے مطالعہ کیا تھا۔ ترجمہ کی زبان سے جو تاثر ہوا وہ یہی تھا کہ اس کے مترجم مولانا آزاد ہیں۔ مگر آپ کے مذکورہ جملہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ کتاب مولانا آزاد کے نام سے چھپ گئی تھی، اور مترجم ۔۔؟ اس کا جواب آپ کی تحریر میں وضاحت سے نہیں ملتا۔ مگر اندازہ ہوتا ہے کہ "کوئی اور تھا"۔ پوچھنا یہ تھا کہ کیا آنمحترم "مسلمان عورت" کا مترجم کسی اور کو سمجھتے ہیں؟ -

۲ - ص۳ پر آپ نے شیخ مصطفیٰ المراغی المحترم کی حمایت کی بات لکھی ہے "عبید اللہ سندھی" میں بھی آں محترم نے اس واقعہ کا کچھ اور تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ مگر یہ بات واضح نہ ہو سکی کہ کیا شیخ المراغی نے امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کی پوری تائید کی تھی۔ یا صرف قرآن مجید کے ترجمہ کی اجازت دی تھی -؟

یہ بات میں نے اس لئے بھی دریافت کی کہ ۔۔۔ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے اس مسلک کی تائید تو علماء احناف بھی نہیں کرتے۔ ساتھ ہی علماء کی بہت بڑی تعداد عربی متن کے بغیر ترجمہ کو صحیح نہیں سمجھتی۔ چند سال قبل یہاں یہ بحث چھڑ چکی ہے کہ قرآن مجید کا انگریزی اور ہندی ترجمہ عربی متن کے بغیر شائع کرنا درست ہے یا نہیں -؟ ہو سکتا ہے جو دشواری یہاں کے علماء نے ۶۰ء میں محسوس کی ہو شیخ تفتازانی نے ۶۰ء میں وہی دقت محسوس کی ہو، اور اسی قسم کی احتیاط ان کے پیشِ نظر ہو، جو یہاں کے علماء کے پیشِ نظر ہے ۔۔۔ امید ہے کہ آں محترم پہلے کی طرح مذکورہ دونوں باتوں کا جواب مرحمت فرمائیں گے، کیا ہی بہتر ہو کہ شیخ تفتازانی اور علامہ وجدی کی بحث کا ترجمہ فکر و نظر میں شائع کر دیا جائے ۔۔۔ فکر و نظر کبھی کبھی یہاں ہاں سے مل جایا کرتا ہے تو پڑھ لیتا ہوں، الرحیم کا بھی یہی حال ہے۔ اگر آں محترم رسالہ "جامعہ رحمانی" کے پتہ پر جاری کرا دیں تو بڑا اچھا ہو، یہاں کے اساتذہ اور طلبہ استفادہ کر سکیں گے۔ اور اگر ادارہ میں مفت خوروں کے لئے کوئی مد نہ ہو، تو مطلع فرمائیں کہ آخر منگانے کی شکل کیا ہو سکتی ہے؟ میں نے دفتر سے ایک بار پوچھا تھا، جواب نہ مل سکا۔۔۔۔ والسلام

محمد ولی رحمانی، جامعہ رحمانی،
خانقاہ مونگیر بہار۔
۲۲ رمضان ۸۷ھ